صحافت کی تانیثی آواز

جاں نثار معین
شعبۂ تعلیم نسواں، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد، موبائل:9394578313

تلخیص:
صحافت جو ایک اہم سماجی و سیاسی تبدیلی کا ذریعہ ہے۔ اس میں خواتین کی شمولیت یا ان کے کردار کی اہمیت موجودہ دور میں برائے نام ہے۔ آج پوری دنیا میں کسی بھی قوم کی غلط پالیسیوں، ظلم و زیادتی، لاقانونیت، غیر منصفانہ رویے، بدانتظامی اور احساس عدم تحفظ کی حقیقی صورت حال سے حکمراں اور عوام دونوں کو میڈیا کے ذریعے ہی آگاہ کیا جا سکتا ہے۔ آج کا دور روایتی ہتھیاروں کے بجائے میڈیا وار کا ہے۔ اگر صحافت کا تاریخی تجزیہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ عورت ہمیشہ صحافت کا ایک اہم موضوع رہی ہے، لیکن اسے ایک سلیقہ شعار بیوی، مشفق ماں یا محبوبہ کی ہی حیثیت سے پیش کیا گیا اور دلچسپی میں صرف خوبصورت گھر، قیمتی ساز و سامان، مہنگے لباس اور سیر و تفریح تک محدود کیا گیا۔ کیوں کہ ایشیائی اقدار عورت کو گھر کی چہار دیواری تک محدود اور مرد کی خوشنودی کا وسیلہ ہی سمجھتی ہیں۔ آج زمانے کی اتنی ترقی کے باوجود برصغیر کی خواتین اب بھی کسی نہ کسی صورت میں کبھی سماجی و مسلکی تو کبھی معاشی و سیاسی زبوں حالی کی وجہ سے پستی کا شکار ہیں۔ ایسی صورت میں خواتین نے بھی اپنے حقوق کی پامالی کے لئے قلم کو تلوار بنا کر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ اسی لیے جہاں خواتین کی حیثیت ثانوی تھی وہیں صحافت کی دنیا میں وہ مردوں کے مساوی نظر آ رہی ہیں۔ ہندو پاک کی صحافت میں خواتین کا عمومی رویہ روایتی اور تاجرانہ ہے اور شاید اب دنیا کے لیے انوکھی بات نہیں ہے۔ تمام ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کی صحافت خواتین کو خوش سلیقہ بیوی، مشفق ماں یا دل پھینک محبوبہ کے روپ میں پیش کرتی ہے جیسے وہ خوبصورت گھریلو قیمتی ساز و سامان، مہنگے لباس اور سیر و تفریح کی دلچسپی رکھنے والی چیز ہو۔ جبکہ ہندوستان کی جدوجہد آزادی کے دوران بیگم حسرت موہانی زلیخا بیگم اور بی بی ماں وغیرہ نے حقوق نسواں سے متعلق سیاسی، سماجی، اخلاقی، تہذیبی، تعلیمی، معاشرتی اور معاشی ہر سطح پر شعور بیدار کیا ہے۔ دیگر ذرائع کے ساتھ قلم کا بھی بھرپور استعمال کیا جن میں بیگم حجاج امتیاز علی، بنت نذر الباقر (والدہ قرۃ العین حیدر) اور سروجنی نائیڈو کا نام بھی صحافت میں نمایاں ہے۔ اس مقالے کا بنیادی مقصد صحافت نسواں کی عکاسی ہے۔ اس کا طریقۂ کار بیانیہ اور تاریخی ہے۔ اس مقالے سے خواتین کا صحافت میں کردار اور صحافت نسواں کی اہمیت و افادیت کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

کلیدی الفاظ: ہندو پاک میں صحافت نسواں، حقوق نسواں، آزادئ نسواں، آگہی، مساوات۔

(۱) تعارف:

ابتدا میں خواتین دیگر امور کے ساتھ ساتھ صحافت میں بھی سرگرم رہیں اور سماجی نظام میں اپنی انفرادی حیثیت بھی رکھتی تھیں، لیکن ترقیاتی کاموں میں انہیں دوسرے درجے پر رکھا جاتا رہا ہے۔ روز اول سے ہی ان کی پرورش انفرادی طور پر کی جاتی ہے۔ بچپن میں لباس، کھیل، تعلیم، کام، تہذیب اور ماحول صنف کے لحاظ سے تفریق کی جاتی ہے جس سے لڑکیاں نفسیاتی طور پر مردوں سے الگ اپنی ذمے داری نبھاتی ہیں۔ ایسے نفسیاتی فریم ورک سے بیشتر خواتین مرد ماتحت زندگی گزارتی ہیں۔ آزادئ نسواں کا احساس بھی پدرانہ نظام نے چھین لیا ہے۔ اس طرح تنگ نظری سے نہ صرف معاشرہ بلکہ قوم کی بھی ترقی نہیں ہو سکتی۔ جب تک خواتین بھی مردوں کے شانہ بہ شانہ شریک کار نہیں بنتیں تب تک قوم و ملک کی ترقی ممکن نہیں۔

(۲) صحافت کا مختصر تعارف:

صحافت لفظ صحف سے ماخوذ ہے۔ معنیٰ کتاب یا رسالہ کے ہیں۔ انگریزی میں مشتق Journalism ہے۔ اس کی بنیاد صوتی، بصری یا تحریری ہے۔ اس فن کا آغاز تقریباً دو ہزار سال پہلے ہوا۔ دنیا کے تمام علوم و فنون کی توسیع و ترقی کے لیے باضابطہ پہلا اخبار 'ویکلی نیوز' کے نام سے جاری ہوا۔ پہلی خاتون صحافی Royell Anne ہے۔ صحافت کی دو اہم اقسام ہیں جو عوام سے جڑے واقعات کی خوبصورت انداز میں منظرکشی کرتی ہیں۔ میڈیا ہر وقت ناظرین کی دسترس میں رہتا ہے اور اتحاد و سالمیت کا تحفظ پیدا کرتا ہے۔ جس میں سیکولرزم اور آپسی جذبات کو مستحکم بنانے کی فکریں شامل رہتی ہیں۔

(۲-۱) پرنٹ میڈیا:

مطبوعہ یعنی تحریری۔ طباعتی صحافت کسی آلے یا Operator پر منحصر

نہیں رہتی۔ سیکڑوں ذہن کے قارئین اخبارات، رسائل و جرائد کی خرید کرتے ہیں۔ تحریر میں پائیداری ہوکیوں کہ کہی بات ہوا میں معدوم ہوجاتی ہے۔ پرنٹ میڈیا کے حوالے معتبر ہوتے ہیں۔ دستاویزات کی شکل میں صدیوں کی تہذیب آج ہمارے سامنے میوزیم یا نجی کتب خانوں میں مخزون ہے۔ موجودہ ذرائع ابلاغ عامہ پوسٹرز، اسٹیکرز، ہینڈ بلز اور ٹی بورڈز، روزنامے، ہفت روزہ اخبارات، مجلّے، رسالے، سہ ماہی اور سالانہ جریدے۔ غالباً تمام ایڈیشنوں میں خواتین سے مطابق الگ صفحات یا ہر روز ایک صفحہ مختص ہے۔ غالباً یہی سلسلہ ماہنامہ اردو رسائل میں اردو دنیا، فکرو تحقیق، کتاب نما، آج کل، ایوانِ اردو، نیا دور، معارف، ذہنِ جدید، فکرو نظر اور سب رس وغیرہ میں بھی خواتین پر مضامین شائع کرتے ہیں لیکن مردوں سے متعلق زیادہ ہوتے ہیں۔

(۲۔۲) الیکٹرانک میڈیا:

الیکٹرانک میڈیا۔ برقی ذرائع ابلاغ عامہ۔ ریڈیو، ریڈیو پیجنگ اور سٹیلائٹ چینلس، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، Publication, line-On e-, web wide world mail، انٹرنیٹ، برقی ذرائع ابلاغ عامہ، ٹیلی ٹیکس کانفرسنگ، کیبل ٹی وی، فلم، مواصلاتی سیارے، براہ راست نشریات، وڈیو ٹائپ رائٹر، ویڈیو ٹرمینل، وڈیو ٹیلیکس، وائرلیس سسٹم، فوٹو ٹرانسمیشن، فون، آئی فون، موبائل فون، آئی پیڈ، فیکس، اسکین، ویڈیو کانفرسنگ، سیلولر، ٹیب اور نوٹ پیڈ وغیرہ کی مدد سے ابلاغ عامہ میں تکنیکی سہولیات پیدا ہورہی ہیں۔

الیکٹرانک میڈیا میں زیادہ مقبول سمعی و بصری سینما، ریڈیو اور ٹی وی ہیں۔ پوری دنیا کے ناظرین ایک ہی وقت میں (WideWorld(www Internet Web کے ذریعے بین الاقوامی معلومات حاصل کرسکتے ہیں۔ جس سے فاصلے، اوقات و اخراجات میں کمی ہورہی ہے۔ ہندستان میں براڈکاسٹنگ کا آغاز نومبر۱۹۲۳ء میں ہوا، جب کلکتہ میں ریڈیو کلب بنا اور اگلے برس جون میں بمبئی اور مدراس میں بھی ریڈیو کلب بنے اور انھوں نے روزانہ پروگرام نشر کرنا شروع کئے یہ پیشہ ورانہ نہیں، شوقیہ براڈکاسٹنگ تھی، مالی مشکلات کی وجہ سے ۱۹۲۷ء میں مدراس کلب بند ہوگیا۔ ایچ آر لوتھرے کے مطابق اس ملک میں پہلا ریڈیو کلب ۱۶مئی ۱۹۲۴ءکو مدراس میں قائم ہوا، اور اسی سال اکتوبر میں یہ سلسلہ بند ہوگیا۔ اپریل ۱۹۳۰ء میں مدراس کارپوریشن نے براڈکاسٹنگ سروس شروع کی، جو ۱۶جون ۱۹۳۸ء تک جاری رہی اور پھر اسی روز وہاں آل انڈیا ریڈیو کا اسٹیشن کھلا۔ دہرہ دون میں بھی کوششوں سے ۱۶اپریل ۱۹۳۶ء کو ایک ریڈیو اسٹیشن سے نشریات شروع ہوئیں جن کا سلسلہ ۱۰مئی ۱۹۳۸ء تک جاری رہا۔

(۳) صحافتِ نسواں:

صحافت کے اہم رکن مترجم، ایڈیٹر، سب ایڈیٹر، اداریہ نویس، کاتب اور پروف ریڈر پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ تقدس کا لحاظ رکھیں، شخصی آمریت کو مستحکم رکھیں، نسلی فرق کو صرف نجی حیثیت سے ہی پیش کریں، مسلکی مسائل کو سنجیدہ فکروں سے سلجھانے میں معتبر و مدلل حوالوں کے ساتھ پیش کریں، فطری میلانات، سماجی رجحانات، معاشرتی اطوار، ترغیب وتفریح کا صحیح استعمال کریں تو ذرائع تفریح، ادب شناسی، حیاتیات، خاندانی بہبود، سائنسی و سماجی تعلیم، اقتصادیات، سیاسیات، اخلاقیات، فلمیات اور تمام علوم وفنون کی بہتر تربیت انتظام وامن کے قیام میں عوامی رجحانات کی صحیح رہنمائی و ذہن سازی کے علاوہ زندگی سے جڑے ہر شعبے کی پذیرائی کرتی ہے اور تفننِ طبع کا اہم رول بھی ادا کرتی ہے، لیکن میڈیا بھی دوسرے اداروں کی طرح اپنے ریونیو بڑھانے کی خاطر خود مختار نہیں رہا۔ بقول زبیر رضوی 'اب میڈیا از خود اپنی اطلاعاتی اور نشریاتی حکمت عملی طے نہیں کرتا ہے، اسے تجارتی گھرانوں کے بڑے بڑے خانہ ساز طے کرتے ہیں۔ اشتہار بازی میں اور اس کے ذریعے بوریاں بھر بھر کر ریونیو کی یافت میں اشیائے صرف بنانے والے کا حکم زیادہ چلتا ہے۔ یہ پروڈکٹ بنانے والا بتاتا ہے کہ اس کے بنائے صابن کی تشہیر میں لڑکی کا جسم کتنا بے لباس اور کیمرے کا فوکس جسم کے کن حصّوں پر ہونا چاہیے۔ میڈیا یہ بھول جاتا ہے کہ خواتین کی نازیبا تشہیر کے خلاف قانون ایکٹ ۱۹۸۶ سے نافذ ہے جو دفعہ ۷ کے تحت سخت جرم ہے۔ اس کے باوجود میڈیا اپنی من مانی کررہا ہے۔ جس سے سماج پر مضر اثرات تہذیبی، اخلاقی، نفسیاتی، علمی، ادبی، مذہبی اور معاشرتی سطح پر ظاہر ہورہے ہیں۔ مثلاً عصمت دری، اغوا اور جنسی ہراسانی وغیرہ۔ پریس کونسل کے مطابق 'عصمت دری' خاتون کے اغوا یا کسی بچے کے جنسی استحصال سے متعلق رپورٹوں کی اشاعت کے وقت ان چیزوں سے گریز کیا جانا چاہئے جن سے خاتون کی رازداری متاثر ہوتی ہو یا کسی کے کردار پر سوالیہ نشان لگتا ہو۔ ان جرائم کی شکار خواتین اور بچوں کی تصاویر کی اشاعت سے بھی بچنا چاہیے اور ایسی تفصیلات سے گریز کرنا چاہئے جن سے متعلقہ خاتون یا بچے کی سماجی حیثیت متاثر ہوجائے۔' نامہ نگاروں کی دانستہ یا غیر دانستہ صحافتی جرم سے ہونے والے فتنے سے ایک پل میں شریف خاتون سماج میں ہمیشہ کے لیے داغدار ہو جاتی ہے۔

اردو ادب میں خواتین کے ادبی وعلمی کارناموں کا آغاز مہ لقابائی چندا، گلنار بیگم، گنا بیگم شوخ اور ملکہ زینت محل سے ہوا ان کے علاوہ شاعری میں اچپل، نزاکت، امیر بیگم ادا، منی بیگم حجاب، حسین، حور، حشمت، دلبر، زہرہ کے اسمائے گرامی اہم ہیں۔ صحافت میں چند اہم بین الاقوامی خواتین صحافیوں

کے نظریات جس میں ریحانہ حکیم، پاکستان کے ایک انگریزی جریدے 'نیوز لائن' کی ایڈیٹر ہیں۔ افغانستان کی ایک نیوز ایجنسی کی ایڈیٹران چیف فریدہ نیک زاد ۲۰۰۸ء میں امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا وومن آف کریج ایوارڈ حاصل کرچکی ہیں۔ ٹائمز آف انڈیا' کی 'باچی کرکریا' کے مطابق خواتین پرنٹ اورالیکٹرانک میڈیا میں اپنا لوہا منوا چکی ہیں لیکن ایگزیکٹو پوزیشن پر نہیں پہنچ سکیں نہ ہی پرنٹ جرنلزم میں ٹاپ ایڈیٹرشپ کا مقام حاصل کرسکیں۔ یمنی' نادیہ 'السکف یمن ٹائمز' کی چیف ایڈیٹر کے مطابق یمن کی صحافت میں خواتین کی صورتحال بہت حوصلہ افزا ہے۔ ماریہ ایلینا سالیناس امریکہ میں ہسپانوی زبان کی مقبول ٹیلی ویژن میزبان ہیں۔ وہ کہتی ہیں مجھے مردوں کی بہ نسبت زیادہ کام کرنا پڑتا ہے جب کہ ادارے میں خواتین کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ عارفہ صبح خان پاکستان کے ممتاز قومی اخبارات سے ہمیشہ منسلک بطور صحافی کالم نویس، میگزین ایڈیٹر، لیڈی رپورٹر، انچارج سیاسی تعلیمی ملی خواتین، ریسرچ، ایڈمنسٹریٹر، الیکٹرانک میڈیا پر بحیثیت ایگزیکٹو پروڈیوسر، اینکرنگ اور ادبی ایڈیشن بھی پیش کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ تمام میدانوں میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ اپنے قدم جمانے میں کوشاں رہی ہیں۔ جن میں دکن کے اہم اردو رسائل یہ ہیں۔

'رسالہ النساء' یہ رسالہ انجمن خواتین کی سرپرستی میں بیگم ہمایوں مرزا کی نگرانی میں جاری ہوتا تھا بعد میں 'النساء' جاری ہوا یہی بدل کر 'زیب النساء' کے نام سے جاری ہوتا تھا جس کے موضوعات میں خواتین کی گھریلو ذمہ داریاں اور ادب ہوتے تھے۔ 'رسالہ خادمہ' بیگم ولی الدین احمد کی ادارت میں یہ رسالہ خواتین کی فلاح و بہبود، امور خانہ داری اور بچوں کی تعلیم وغیرہ پر مبنی موضوعات شائع ہوتے تھے۔ 'رسالہ سفینۂ نسواں' ۱۳۵۲ء میں شائع ہوتا تھا جس کی مصنفات رفعت زمانی بانی بیگم ملکہ، رامپور، جہاں بانو بیگم، رابعہ خاتون، سرور جہاں بہ خاتون، سرور جہاں بیگم رعنا اور حمیدہ بانو وغیرہ ہیں۔ سر سید احمد خاں نے مرد اور خواتین کی تعلیم و اصلاح اور مذہبی عقائد و رسومات درست کرنے کی غرض سے ۱۸۷۰ء میں 'تہذیب الاخلاق' اخبار جاری کیا۔ جس میں بیشتر مضامین خواتین کی تعلیم، کثرت ازدواج اور رفاہِ عامہ سے متعلق ہوتے تھے۔ اس کاوش کا براہ راست اثر تعلیمی، علمی اور ادبی لحاظ سے ہوا جس سے وہ ہر میدانِ عمل میں آنا شروع ہوئیں۔ اس کے علاوہ شمس العلما مولوی ممتاز علی نے ۱۸۹۶ء میں لاہور سے ہفتہ وار رسالہ 'تہذیبِ نسواں' جاری کر کے خواتین کا شعور بیدار کیا۔ ان کی بیوی محمدی بیگم اس کی ایڈیٹر تھیں۔ ۱۹۰۸ء میں علامہ راشد الخیری نے بھی خاص خواتین کے لیے دہلی سے 'عصمت' رسالے کا اجرا کیا۔ ان پرچوں نے نہ صرف خواتین کی ذہن سازی کی بلکہ ان کے اندر علم حاصل کرنے کا جذبہ بھی پیدا کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ہر میدان میں نمایاں کارنامے انجام دے رہی ہیں۔

آزادی کے بعد خواتین شعرا میں ادا جعفری، کشور ناہید، سیدہ اختر، شاہجہاں بانو یاد، زہرہ نگاہ، داراب بانو وفا، سلطانہ مہر، فہمیدہ ریاض، شفیق فاطمہ شعریٰ، مسعودہ حیات، جمیلہ بانو، پروین شاکر، بلقیس ظفیر الحسن، ساجدہ زیدی، زاہدہ زیدی، رفیعہ شبنم عابدی، زرینہ ثانی، ملکہ نسیم، نور جہاں ثروت، شہناز نبی، نسرین نقاش، عذرا پروین، ذکیہ سلطانہ نیر، بیگم ممتاز مرزا اور سیدہ شان معراج کے نام نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں بعض شاعرات ایسی ہیں جو نثر نگاری میں بھی مقبول ہوئیں۔

عہد حاضر کی دیگر مشہور شاعرات میں اوشا شفق، بشریٰ رحمٰن، زینت بشیر، عفت زریں، حسنیٰ سرور، رعنا حیدری، نور جہاں ثروت، شائستہ یوسف، پروین راجہ، آشا پربھات، قمر قدیر ارم، تاجور سلطانہ تاج، شگفتہ یاسمین، شانتا بائی روشن، ڈاکٹر گرجا ویاس، یاسمین حمید، سارا شگفتہ، شاہدہ حسن، ناہید قاسمی، شفیقہ فرحت، نینا جوگن، نسیم نکہت، نفیس بانو شمع، پروین حق، نگار عظیم، عفت بانو زیبا، وہاب جعفری، بانو طاہرہ سعید، مظفر النسا ناز، کوثر جہاں کوثر، عابدہ احمد، کاظمی بانو ضیا، اسما سعیدی، عظمت عبدالقیوم، نسیم مخموری کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔ ان شاعرات کی فکری سطح نہ صرف روایتی خواتین کی تصویر پیش کرتی ہے بلکہ احساسات و جذبات، گہرائی و گیرائی، نسائی رنگ و آہنگ، جذب دروں کی عکاسی کر کے مردوں کو چونکا دیا اور ان سے خراج تحسین بھی وصول کیا ہے۔

صحافت اپنے زمانے کی معاشرتی، معاشی اور تہذیبی زندگی کا حقیقت پسندانہ مرقع ہے جو انسانی زندگی کے گوناگوں تجربات واحساسات اور حیات آئینہ سامانی میں جتنی وسعت و گہرائی پیدا کرتی ہے دوسری اصناف سخن میں ممکن نہیں۔ صحافت نہ صرف فرد اور خاندان کی عکاسی کرتی ہے بلکہ پورے معاشرے سے پیدا ہونے والی مختلف النوع کیفیتوں کی جامع اور بھرپور تصویر پیش کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ سماج کی مختلف اکائیوں کو ترتیب دے کر از سر نو زندگی کو معرض وجود میں لاتی ہے۔ معاشرے کے عصری حالات اور اس کے مسائل پر بے باک تبصرہ کرنے کے ساتھ ہی داخلی کشمکش اور نفسیاتی گتھیوں کو یکے بعد دیگرے کھولتی جاتی ہے۔ جو خارجی زندگی کے پیچ و خم، تخریب و تعمیر، شکست و ریخت اور تضاد و تصادم کی تمام پیچیدگیوں کو پیش کرنے کے ساتھ اس کے اسباب و محرکات کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ اس نازک فن میں خواتین نہ صرف مردوں کے برابر خدمات انجام دے رہی ہیں بلکہ کبھی کبھی موقع ملنے پر ان سے آگے بڑھ جاتی ہیں۔

جہاں تک بات پڑوسی ملک پاکستان کی ہے تو وہاں اسّی فیصد عوام اردو اخبارات پڑھتے ہیں اس کے باوجود خواتین صحافیوں کی تعداد نا کے برابر ہے

اورصحافت کے کسی بھی شعبے میں ان کی نمائندگی بہت کم ہے۔ پوری دنیا اس پیشے میں مردوں کی ہی بالادستی ہے، خواتین صحافیوں کی پیش کش بھی مرد ہی طے کرتے ہیں۔اسی باعث اُنہیں میڈیا کے بعض شعبوں میں تعصب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جس کی مثال Statististical Year Book 1989 کے ڈاٹا میں دیکھی جاسکتی ہے کہ اخبارات، رسائل اور جرائد کی کل تعداد کتنی ہے اور خواتین کے حق میں کتنی مثبت ثابت ہورہی ہیں۔

پاکستان میں ۲۷۱ روزنامے، ۶۹۶ ہفت روزہ رسائل، ۸۰۲۱ ماہنامے اور ۴۳۲ سہ ماہی جریدے شائع ہوتے ہیں۔ان میں سے ۴۷ اردو میں، ۱۲ فیصد انگریزی اور ۴ فیصد سندھی میں چھپتے ہیں۔آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مہیا کردہ اطلاعات کے مطابق روزناموں کی کل اشاعت ۵۱ لاکھ ہے، گویا آبادی کے لحاظ سے ایک ہزار افراد کے لیے ۴۱۔ان اعداد وشمار کو نظر میں رکھتے ہوئے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دیہی خواتین تو دور کی بات ہے شہر کی خواتین بھی رسائل اور اخبارات تک کس قدر کم رسائی رکھتی ہیں۔اس نارسائی کا سب سے بڑا سبب ناخواندگی، دوسرا معاشی بدحالی اور تیسرا سبب خواتین کا گھر کی چار دیواری میں محدود ہونا ہے۔چھوٹے شہروں، قصبوں یا دیہاتوں کی خواتین اگر خواندہ ہیں بھی تو انہیں کسی اخبار ورسالے کے حصول کے لیے گھر کے کسی مرد پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔''اس کے علاوہ پوری دنیا میں بہت سے اردو اخبارات شائع ہوتے ہیں جن میں خواتین کے حقوق پر مبنی خبریں نا کے برابر ہوتی ہیں۔آج خواتین بھیانک جنسی استحصال، گھریلو تشدد اور صنفی بنیادوں پر امتیازات کا شکار ہیں۔ان تمام مسائل کو چٹ پٹی سنسنی خیز خبر بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔مصیبت کا شکار ہونے والی خواتین کے مسئلے کو اجاگر کرنے کے بجائے اخبار کی اشاعت میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنے فکر ہوتی ہے تاکہ زیادہ نفع حاصل کیا جاسکے جس کے سبب خبروں میں خواتین کی تصویروں کے ذریعہ عریاں نمائش ہوتی ہے اور فحش الفاظ سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔وہ بے گناہ ہونے کے باوجود سماج کے ظلم وستم کی چکی میں پستی ہیں، باکردار ہونے کے باوجود یہ خرید وفروخت کی چیز بن چکی ہیں۔ان کے خلاف جرائم کے ارتکاب کی خبریں سنسنی خیز انداز میں چھپتی ہیں۔اگر لباس کم پہنیں تو انہیں تیزاب ڈال کر جلایا جاتا ہے تب بھی میڈیا ان پر بے پردہ ہونے کا جرم عائد کرتا ہے۔سبب یہ بیان کرتا ہے کہ اسلامی قوانین کی پابندی نہیں کی جبکہ مرد کھلے عام شراب نوشی، بدکلامی اور برے کاموں میں ملوث ہیں پھر بھی میڈیا یا سماج معیوب نہیں سمجھتا۔

میڈیا عدالت کے فیصلے سے پہلے مقتول خاتون کو ایسی خوبرو حسینہ قرار دیتا ہے جو آشنائی کے جرم میں ہلاک ہوئی۔مجرموں کی تلاش کے بجائے کسی نہ کسی طرح گناہگار خاتون کو ہی قرار دیا جاتا ہے۔جرائم کی تمام خبروں میں شکار ہونے والی خاتون کا حسن اور اس کی جوانی کو ہی بنیادی محرک قرار دے کر مردوں کو ظلم وجبر اور درندگی پر اکسانے کا الزام دیا جاتا ہے۔مرد کا فعال اور مثبت کردار پیش کیا جاتا ہے اور خواتین کو بیشتر Sex Simbol کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔ان کے ساتھ کتنا ہی بڑا گھناؤنا بھیانک جرم کیوں نہ ہوا ہو اصل مجرم خاتون کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔میڈیا ہمیشہ یہ دکھاتا ہے کہ عورت کا وجود اس قدر اشتعال انگیز اور فتنہ پرور ہے کہ اسے دیکھتے ہی مرد اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ پاتا۔خواتین کے ساتھ ہورہے تشدد سے متعلق ڈاکٹر آمنہ تحسین نے لکھا ہے کہ عورت کے خلاف تشدد کو International Women's Movements میں زیر بحث لایا گیا۔اس تحریک میں تمام فیمنیسٹوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ تشدد کا یہ ایک سسٹم ہے جو صدیوں سے سماج میں کئی طرح سے مروج ہے۔جیسے ہندستان میں ستی کی رسم، دیوداسی نظام، چین میں لڑکیوں کے پیر باندھنے کی رسم، افریقہ میں لڑکیوں کے نسوانی اعضا کو کاٹ ڈالنا (Genital Mutilation) یورپ میں جادو کے لیے خواتین کو ہلاک کرنا وغیرہ۔

محقق کے خیال میں میڈیا اور قانون خواتین کی اہمیت کم کررہے ہیں۔ میں ان سے یہ سوال کرتا ہوں اگر ہر قیدی خاتون مجرم ہے تو مرد کیوں نہیں؟ مردوں کو جرم غلط ثابت ہونے پر قانون انہیں باعزت بری کیوں کرتا ہے؟ یہ بھی سچ ہے کہ خواتین کو قانون اگر باعزت بری کر بھی دے تو کیا یہ سماج اسے قبول کرے گا؟ ایسے کئی سوالات ہیں جو انسانیت پر کاری ضرب لگا رہے ہیں۔

آزادی کے بعد انگریزی صحافت میں بیگم انیس جنگ، نکہت کاظمی، ہمرہ قریشی اور سعدیہ دہلوی، سیما مصطفیٰ ہمہ وقتی صحافی ہیں۔اس ملک میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی خبروں کے ذریعے روشن آرا، کشور سلطانہ، سلمیٰ، صالحہ، وسیم اور نور جہاں ثروت نے اپنے قلم کی نوک سے مظالم کے خلاف آوازیں اٹھائیں۔پھر بھی مردانہ برتری کا یہی نشہ ہے جس کے سبب مغربی ممالک کے اخبارات کا رویہ ہمارے یہاں کے اخبار مالکان سے کچھ مختلف نہیں ہوتا ایسے ہی ناپسندیدہ اور خاتون مخالف رجحانات سے لڑنے کے لیے یورپ اور امریکہ میں باشعور اور اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین نے ہر سطح پر اپنے پریشر گروپ بنائے اور اخبارات ورسائل میں چھپنے والے مواد پر نظر رکھنے کا کام شروع کیا۔

(۴) مفروضہ:

۱۔ ہندوپاک کی صحافت میں خواتین کا تناسب بہت کم ہے۔

۲۔ ہندوپاک صحافت میں خواتین کی شبیہ کو سماجی نظریات میں ضم کردیا جاتا ہے۔

(۵) مقاصد:

ہندستان کی صحافت کا مختصر تاریخی جائزہ، مختلف اصناف صحافت کا مطالعہ، موجودہ صحافت میں خواتین کی صورت حال، نوعیت، معیار، مقاصد، اثرات اور مستقبل کے امکانات وغیرہ شامل ہیں۔ خواتین کا تناسب، عہدے اور ذمہ داریاں، ان کے لیے پیش کیے جانے والے پروگراموں کا جائزہ، ان کی نوعیت، معیار اور پیشکش کا مطالعہ۔

ا۔ نسوانی صحافت کے انداز اور معیار کی صورت حال معلوم کر کے اس کو مزید بہتر بنانے کے لیے تجاویز مرتب کرنا۔

(۶) طریقۂ تحقیق:

یہ تحقیق منظم اور معروضی بنیادوں پر مندرجہ ذیل طریقوں پر محیط ہوگی جن میں ہندستان کے معروف رسائل، اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پروگراموں کا مطالعہ اور انٹرنیٹ سے پیش کی جانے والی خبروں کے مندرجات کے بارے میں رائے قائم کرنا۔ اس کے علاوہ متعلقہ اداروں سے صحافی خواتین کی تعداد و حیثیت کے بارے میں معلومات حاصل کرنا اور ملاقات نگاری وسروے، سوالنامے، تدوین، معطیات، نمونہ بندی، کیس اسٹڈی، تجربے، مشتملات اور مشاہداتی تحقیق، آراء اور معطیات، بعض مقام پر انٹرویوز، حوالہ جات، دستاویز، شخصیات مشاہدات وآراء متعلقہ معاملے کی عمیق تفتیش، خطوط، تصاویر، ڈائری، لائبریری مواد، جائزہ رپورٹ دانشوروں اور سیاست دانوں کی آراء جدول وگراف، معاصر کتب، سوانح حیات، کتابچہ، دساتر ہندستان کی کمیشن رپورٹس، اداروں کی سالانہ رپورٹس، تقاریر، آرٹیکل وغیرہ سے مدد لی جائے گی۔

(۷) ماحصل:

صحافت کے دائرۂ کار میں وسعت اسی وقت آسکتی ہے جب خواتین کی ملک گیر تحریک چلائی جائے۔ جس ملک کی خواتین کی بھاری اکثریت جاہل، بے شعور اور پسماندہ ہو، وہاں ان کی سماجی اور معاشی حالت میں بہتری ہونا مشکل ہے وہ صرف خواندہ خواتین کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ ہزار ہا سال سے خواتین کو سرفگندہ رکھنے کی مذہبی اور سماجی روایات نے خواتین کی اکثریت کو تقدیر پرست بنا دیا ہے، اب انہیں باہر نکالنے کا واحد ذریعہ تعلیم ہے کیوں کہ تعلیم ہی روح کو وہ روشنی دیتی ہے جس سے مفلسی اور بے بسی کے اندھیرے دور کیے جاسکتے ہیں۔

صحافت کے ذریعے خواتین کی سماجی اور معاشی بہتری، ان کے وقار میں اضافے اور ان کی عزت نفس کی بحالی کا کام لینے سے پہلے ہمیں تیزی سے دنیا میں صحافت کے اثر و نفوذ کے بارے میں شائع شدہ جائزہ اور تیار کردہ رپورٹوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اگر دیہاتی خواتین خواندہ ہوں تو ان میں چھپی ہوئی خوبیوں کے ذریعے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ جن علاقے کی خواتین اخبارات ورسائل سے استفادہ کرتی ہیں وہاں کی خواتین حالات حاضرہ پر چھائی رہتی ہیں۔

خواتین سے متعلق چھپنے والی خبروں میں خاص جرائم کی شکار ہونے والی خواتین، توہین آمیز اور اشتعال انگیز نوعیت کی خبروں پر احتجاج کریں بلکہ اس کام کے لیے صحافیوں کی پیشہ ورانہ تنظیموں سے تعلق رکھنے والے باضمیر، روشن خیال اور منصف مزاج مرد صحافیوں کا تعاون بھی حاصل کریں۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ خواتین کو کسی مرحلے پر بھی یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ان کی جدوجہد مردوں کے خلاف نہیں بلکہ اس نظام کے خلاف ہے جو مردوں کو اتنے زیادہ اختیارات دیتا ہے۔

کسی بھی سماج کی تعمیر اور تہذیب نفس میں خواتین بنیادی کردار ادا کرتی ہیں، وہ سماج جو اپنی خواتین کی زندگی دشوار سے دشوار کرتا جا رہا ہے، اس کی توہین، تضحیک اور تذلیل کو اپنا وطیرہ بنا رہا ہے، اگر عورت اور مرد ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور شکست دینے کے عمل میں اپنی تمام تخلیقی توانائیاں صرف کرتے رہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سیاسی، اقتصادی، تہذیبی اور تمدنی پسماندگی اس سماج کا مقدر بن جائے گی۔ اسی لیے آج ہندستان میں اردو صحافت بے انتہا زرخیز ہے۔ صحافت اس وقت ہندو پاک کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں باقاعدہ نصاب میں شامل ہے، اس کے علاوہ سمینار، سمپوزیم وورک شاپ کیے جارہے ہیں۔ تاکہ خواتین کی نفسیات پر رونما ہونے والے صحافت کے منفی ومثبت اثرات سے ذہنی طور پر جونقصانات آئے دن مرتب ہورہے ہیں ان کی آگہی کر کے خواتین کا تحفظ کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات:

ابوالکلام قاسمی، تانیثیت کے مباحث، ماہنامہ اردو دنیا، فروری ۲۰۱۲ء، نئی دہلی، ص: ۲۰

عتیق اللہ پروفیسر، تانیثیت: ایک سیاقی مطالعہ، ص ۳۵، مشمولہ شبنم آرا، تانیثیت کے مباحث اور اردو ناول، ص: ۱۴، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۸ء

زبیر رضوی، مضمون 'اردو اور ذرائع ابلاغ کا بدلتا منظرنامہ'، مشمولہ ہمایوں اشرف، ڈاکٹر، مرتب، اُردو صحافت مسائل اور امکانات، ص: ۱۹۵، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۶ء

سہیل انجم، میڈیا روپ اور بہروپ، ص: ۲۰، اردو دوست لائبریری، آن لائن کتاب، نومبر ۲۰۰۶،

خاتون: زندگی کا زنداں، زاہدہ حنا، ص: ۱۳۶، تخلیق کار پبلشرز، دہلی۔ ۲۰۰۶ء

آمنہ تحسین ڈاکٹر، مطالعاتِ نسواں، ص: ۱۱۱، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۸ء

○○